۷

دیوارِ چین کے سایے میں

محمد تقی عثمانی

پیشِ درس

ادب میں سفرنامہ ایسا بیان ہے جس کے مطالعے سے ذہن کے دریچے کھلتے ہیں یعنی سفرنامے کے مطالعے سے دنیا کے تاریخی، تہذیبی، جغرافیائی وغیرہ حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ مصنف جس جگہ کا مسافر ہے، وہاں کے عام اور خاص لوگوں کی زندگی کے بارے میں معلومات ملتی ہے جو طالب علم یا پڑھنے والے کے شعور و بصیرت میں وسعت اور گہرائی پیدا کرتی ہے۔ سفرنامہ ادب کی ایک مقبول صنف ہے۔ اس میں مصنف اپنے سفر کے احوال اور تجربات تخلیقی انداز میں بیان کرتا ہے۔ اگلے وقتوں میں سفر سے لوٹنے کے بعد مسافر اپنے مشاہدات اور تجربات لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ اب سفرنامے نے ادب میں ایک باضابطہ صنف کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

سفر نئے ملکوں اور شہروں کی تہذیب و تمدن اور جغرافیائی حالات سے واقفیت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ سفر کے ذریعے مسافر مختلف لوگوں، علاقوں اور تہذیبوں سے واقف ہوتے ہیں۔ معاشرت کا فرق مسافر کو جہاں تقابل اور تجزیے پر آمادہ کرتا ہے، وہیں اس کی فکر کے نتائج نئے خیالات کو جنم دیتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں سفر کی آسانی اور ادب میں اظہار کی سہولتوں سے اس صنف کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

لفظ 'دیوار' ہمارے ادب میں رکاوٹ، پوشیدگی، اسرار وغیرہ کی علامت کا کام کرتا ہے۔ دنیا کے بہت سے مقامات پر ایسی دیواریں موجود ہیں جن کا قصے، کہانی، سفرنامے، رپورتاژ وغیرہ میں کئی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے 'دیوارِ آہن/آہنی پردہ' کو کمیونسٹ روس کے زمانے میں اس ملک کے متعلق کسی بھی علم و آگہی کو چھپائے رکھنے کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔ دیوارِ چین دراصل چین کے بادشاہوں نے اپنے ملک کو دشمنوں سے بچانے کے لیے تعمیر کی تھی مگر آگے چل کر یہ دیوار بھی دنیا کے اور لوگوں کے لیے ایک پُراسرار دیوار بن گئی۔ محمد تقی عثمانی کا دیوارِ چین کے سایے میں سفر کرنا چین کے حالات، مقامات، عوام و خواص اور ان کے افکار کی تصویریں سامنے لاتا ہے۔

جان پہچان

مولانا محمد تقی عثمانی کی پیدائش ۲۷/ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو اُتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے مشہور قصبے دیوبند میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مرکزی جامع مسجد کے مدرسۂ اشرفیہ سے حاصل کی اور اپنے والد کی نگرانی میں درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۶۱ء میں اسی ادارے سے تخصّص کیا۔ بعد ازاں عربی میں ایم.اے. اور وکالت کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔

محمد تقی عثمانی کو 'شیخ الاسلام' کا خطاب دیا گیا ہے۔ انھوں نے دو درجن سے زائد کتابیں لکھیں۔ رسالہ 'البلاغ' جو اُردو، عربی اور انگریزی میں شائع ہوتا ہے، اس میں انھوں نے علمی مضامین لکھے۔ ان کے اداریوں کے کئی مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا شاعری کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے والد کا مرثیہ لکھا ہے جو بہت مشہور ہوا۔ 'آسان ترجمۂ قرآن'، 'اندلس میں چند روز'، 'دنیا میرے آگے' اور 'ہمارا معاشی نظام' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ اسلامی معاشیات پر ان کی گہری نظر ہے۔

اپریل ۲۰۱۹ء میں روس نے انھیں ایک اعلیٰ علمی اعزاز سے نوازا۔ محمد تقی عثمانی کو ان کی علمی خدمات کے لیے دنیا کے مختلف اعزازات اور انعامات سے نوازا گیا ہے۔

چین رقبے کے لحاظ سے سوویت یونین اور کینیڈا کے بعد دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے جس کا مجموعی رقبہ چھیانوے لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی کے لحاظ سے تو دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی ایک ارب سے زائد ہے۔ یہ پورا علاقہ بڑی متنوّع اور رنگا رنگ جغرافیائی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس میں سر بہ فلک پہاڑوں کے طویل سلسلے بھی ہیں، لق و دق صحرا بھی، اور نظر افروز سبزہ زار بھی، چنانچہ بیجنگ تک سفر میں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے یہ علاقے نظر آتے رہے۔ قراقرم کا سلسلۂ کوہ ختم ہوتے ہی ایسا بے آب وگیاہ ریگستان شروع ہو گیا جس میں حدِ نظر تک زندگی کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس کے بعد پھر برف پوش پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ آ گیا اور نشیب و فراز کا یہ سلسلہ بیجنگ پہنچنے تک جاری رہا۔ غالباً اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ چین کو اگر مغرب سے اس طرح دیکھا جا سکے کہ مشرق کے ساحلی علاقوں تک پورا خطہ سامنے ہو تو ایک زینہ سا اُترتا نظر آئے گا۔

تقریباً چھ گھنٹے کی پرواز کے بعد جہاز بیجنگ کے ہوائی اڈّے پر اُترا تو یہاں شام کے چار بجے تھے۔ لاؤنج عبور کرنے کے بعد چائنا اسلامک ایسوسی ایشن کے عہدے داران اور چین کے محکمۂ مذاہب کے نائب صدر استقبال کے لیے موجود تھے۔ چین میں ہماری میزبانی چونکہ چائنا اسلامک ایسوسی ایشن کر رہی تھی اس لیے وی آئی پی لاؤنج میں ان حضرات کے ساتھ کچھ دیر رسمی گفتگو رہی اور نمازِ عصر وہیں ادا کرنے کے بعد ہم ہوائی اڈے سے روانہ ہوئے۔ ہمارے قیام کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا جو یہاں 'اقلیتی قومیتوں کے محل' کے نام سے مشہور ہے اور اس کی دس منزلہ شاندار عمارت بیجنگ کے مین روڈ 'چانگ این اسٹریٹ' پر واقع ہے۔

یہاں ہر طرف اونچی اونچی عمارتیں نظر آتی تھیں لیکن ان پر روشنیوں کی وہ چمک دمک جس سے آج کل ہر ترقی یافتہ بلکہ ترقی پذیر شہر بھی جگمگاتا نظر آتا ہے، یہاں اس کا دور دور تک پتا نہ تھا۔ سارے شہر میں کہیں ایک نیون سائن بورڈ بھی موجود نہیں تھا۔ آرائشی روشنیاں ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آئیں۔ سڑکوں اور عمارتوں پر صرف بہ قدرِ ضرورت بلب روشن تھے جو اپنے ملک کی جگمگ کرتی ہوئی روشنیوں کے مقابلے میں کالعدم سے محسوس ہوئے اور اس چکاچوند کی عادی نگاہوں کو بڑے اجنبی نظر آئے لیکن عقل کا فیصلہ یہی تھا کہ جو ملک برقی طاقت کی کمی کا شکار ہو، اُسے اپنی تھوڑی بہت بھی برقی طاقت کو نمائش و آرائش میں صرف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ چین نے اگر عقل کے اس فیصلے کو جذبات پر مقدم رکھا ہے تو یہ بات قابلِ ستائش ہے اور نظرِ ثانی کا محتاج ہے تو ہمارا طرزِ عمل کہ ہم سال بھر لوڈ شیڈنگ اور وقتاً فوقتاً بجلی کی خرابی کو گوارا کر لیتے ہیں لیکن نمائشی و آرائشی روشنیوں میں روزانہ اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

صبح ناشتے کے بعد ہمارے دورے کا آغاز ہماری میزبان تنظیم کے مرکزی دفتر کے معائنے سے ہوا۔ یہ تنظیم ملک گیر سطح پر چینی مسلمانوں کی ایک کثیر المقاصد تنظیم ہے جو سرکاری سرپرستی میں کام کرتی ہے۔ یہ ۱۹۵۳ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کے اخراجات چینی حکومت کی مالی امداد کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی چندے اور دنیائے اسلام کے مختلف اداروں کے عطیات سے پورے ہوتے ہیں۔

اجتماعی سطح پر چینی مسلمانوں کی یہ واحد ملک گیر تنظیم ہے جو مسلمانوں کی دینی رہنمائی کرتی ہے۔ چین میں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ ۱۹۴۲ء میں چیانگ کائی شیک کے زمانے میں جو مردم شماری ہوئی تھی، اُس کی رُو سے یہاں کے مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ بتائی جاتی ہے۔ لیکن اشتراکی انقلاب کے بعد کی مردم شماریوں میں چونکہ مذہب کا کوئی الگ خانہ نہیں تھا اس لیے مسلمانوں کی تعداد الگ شمار کرنے کا کوئی قابلِ اعتماد راستہ نہیں ہے، لہٰذا اشتراکی انقلاب کے بعد مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ ایک کروڑ چھیالیس

لاکھ ہے۔ چین میں اسلام کی کرنیں پہلی صدی ہجری ہی میں طلوع ہو گئی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بعض مبلغین چین کے مشرقی ساحل تک پہنچ چکے تھے۔

ایسوسی ایشن کے صدر دفتر کے بعد ہم نیو جے مسجد پہنچے جو بیجنگ کی سب سے قدیم اور سب سے بڑی مسجد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد ایک ہزار سال پہلے تعمیر کی گئی تھی۔ بعد میں چین کے مِنگ خاندان کے زمانے میں اس کی توسیع اور ازسرِنو تعمیر ہوئی۔ مسجد کا موجودہ ڈھانچا اُسی وقت سے چلا آتا ہے اور یہ اُس دور کے مخصوص طرزِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ مسجد کا اندرونی ہال تمام تر لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ لکڑی پر نہایت شاندار اور دیرپا روغن ہے اور اس پر سونے کے پانی کا کام ہے۔ یہ چوبی عمارت اس قدر پائیدار ہے کہ تقریباً پانچ سو سال گزرنے کے بعد بھی اس کی آب وتاب میں فرق نہیں آیا بلکہ اس دوران پتھر کی بنی ہوئی بہت سی عمارتیں شدید زلزلوں میں تباہ ہو گئیں لیکن اس عمارت کو زلزلوں سے بھی نقصان نہیں پہنچا۔ چین کے ثقافتی انقلاب کے بعد اس مسجد کو بند کر دیا گیا تھا لیکن ۱۹۷۹ء میں اس کی مرمّت کی گئی اور اسے نمازیوں کے لیے کھول دیا گیا۔

اگلی صبح ہم پہلے بیجنگ کے مشہور اور دنیا کے سب سے بڑے چوک گئے جو پیپلز اسکوائر کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہ بیجنگ کی مرکزی سڑک پر واقع بہ ذاتِ خود نہایت وسیع سڑک ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے، میں نے کسی شہر کے اندرونی حصے میں اتنی چوڑی سڑک نہیں دیکھی۔ مغرب کی جانب ایک اس سے بھی کئی گنا زائد پکا میدان ہے جس کے مغربی سرے پر وہ عمارت ہے جس میں ماؤزے تُنگ کا جسم رکھا گیا ہے۔ شمالی جانب گریٹ ہال ہے اور جنوب میں ایک میوزیم کی شاندار عمارت ہے۔ ان عمارتوں کے درمیان جو پکی جگہ خالی پڑی ہے، اس میں تین مصروف سڑکیں بھی ہیں۔ پیپلز اسکوائر میں بہ یک وقت دس لاکھ آدمیوں کی گنجائش ہے۔ چنانچہ اہم قومی اجتماعات اسی چوک میں ہوتے ہیں۔ یہاں ہر وقت سیکڑوں سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے لیکن بدنظمی پیدا نہیں ہوتی۔ اس چوک کو پیدل عبور کرنے کے لیے تو بڑا وقت درکار ہے۔ ہم نے اسے کار ہی سے عبور کیا اور اس کے جنوبی سرے پر ماؤزے تنگ کی عمارت کے قریب اُترے۔ یہاں اندر جانے والوں کی ایک طویل قطار حدِ نظر تک بل کھاتی نظر آئی۔ ہم عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ اس کے ایک ہال میں ماؤزے تنگ کی لاش کو مسالوں کے ذریعے محفوظ کر کے ایک شفّاف شوکیس میں رکھا گیا ہے۔ اس کے جسم کا بیشتر حصہ چادر سے ڈھکا ہوا ہے، البتہ سینہ، گلا اور چہرہ کھلا ہے اور شوکیس سے صاف نظر آتا ہے۔ لوگ اس عجوبے کو دیکھنے کے لیے یہاں آتے ہیں کہ ایک شخص کی لاش ۱۹۷۶ء سے اب تک ممی کی شکل میں صحیح سالم نظر آتی ہے۔ یہ ہے بھی ایک عجوبہ لیکن اس عجوبے کے لیے لاکھوں روپے کی رقم خرچ کرنے والوں کو یہ کون بتائے کہ ماؤزے تُنگ اِس گوشت پوست کا نام نہیں تھا بلکہ جس شخص کا نام ماؤزے تنگ تھا، قیمتی مسالے اس کے گوشت پوست کو تو محفوظ رکھ سکتے ہیں لیکن اس کی روح کی حفاظت کے لیے آج تک کوئی سائنس ایسا مسالا دریافت نہیں کر سکی جس کے پرواز کرنے کے بعد چلتا پھرتا انسان بے جان پتھر بن کر رہ جاتا ہے۔

شام تین بجے میزبانوں نے 'شہرِ ممنوعہ' کی سیر کا پروگرام رکھا تھا جو بیجنگ شہر کے تاریخی عجائب میں سے ہے۔ یہ دراصل عظیم الشان شاہی محلات پر مشتمل چین کے مِنگ خاندان کے بادشاہوں کا بنایا ہوا ایک وسیع و عریض قلعہ ہے۔ اس کے تمام چھوٹے بڑے کمروں کی مجموعی تعداد نو ہزار نو سو ننانوے ہے۔ اسے شہرِ ممنوعہ اس لیے کہتے ہیں کہ بادشاہوں کے زمانے میں یہاں عام آدمی کا داخلہ ممنوع تھا۔ قلعے کے گرد ایک زبردست فصیل ہے اور اس کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے

سولہ عالیشان محلات ہیں۔ ہر محل کے مرکزی حصے میں زمین سے تقریباً دو منزل کے برابر کرسی دے کر ایک پُرشکوہ اور خوبصورت ہال صنوبر کی لکڑی سے بنا ہوا ہے۔ اس کے سامنے سیڑھیوں اور فواروں کے بعد وسیع وعریض صحن ہے اور دائیں بائیں جانب کمروں کی ایک طویل قطار۔

۶ر نومبر کی صبح میزبانوں نے شہرہ آفاق دیوارِ چین کی سیر کا پروگرام رکھا تھا۔ اس تاریخی عجوبے کو دیکھنے کا اشتیاق ہمیں بھی تھا۔ چنانچہ صبح آٹھ بجے ہم اپنی رہائش گاہ سے تین کاروں میں روانہ ہوئے۔ ارکانِ وفد کے علاوہ چائنا اسلامک ایسوسی ایشن کے نائب سیکریٹری جنرل شیخ سلیمان اور انجمن کے بعض دوسرے حضرات بھی ہم سفر تھے۔ بیجنگ یونیورسٹی میں اُردو کے استاد مسٹر خوبن جو ایک چینی ہیں لیکن اُردو بڑی روانی سے بولتے ہیں اور اُردو کے ٹھیٹ محاوروں اور ادبی اسالیب سے بھی حیرتناک حد تک آگاہ ہیں، اس پورے سفر میں ہماری ترجمانی اور رہنمائی کے لیے ہر وقت ساتھ رہے۔ انھوں نے سفر کے ہر مرحلے میں ہمیں آرام پہنچانے اور ہماری ضروریات پوری کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

دیوارِ چین کا جو حصہ عموماً سیاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ 'درّہ نانکو' کہلاتا ہے اور بیجنگ سے پچاس ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بیجنگ کے مضافات سے باہر نکلنے کے بعد یہ راستہ زیادہ تر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گزرتا ہے۔ دیوارِ چین کو چینی زبان میں 'چینگ چینا' کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کی قدیم ترین اور طویل ترین فصیل ہے۔ اس کی تعمیر کا آغاز عہدِ قبلِ مسیح میں ہوا تھا۔ اُس وقت چین میں مختلف بادشاہوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ اُن کے درمیان جنگ و پیکار کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ چنانچہ ریاست کے سربراہوں نے اپنے اپنے علاقے کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فصیلیں بنانی شروع کیں۔ یہ فصیل کسی ایک شہر کے گرد نہیں بلکہ پوری ریاست کے گرد یا اُس حصے میں ہوتی تھی جس طرف سے دشمن کے حملے کا زیادہ خطرہ ہوتا تھا۔ اس طرح چین کے مختلف حصوں میں کئی فصیلیں قائم ہوگئیں۔

۲۴۶ قبلِ مسیح میں چن شِہ ہوانگ تی نے ان تمام ریاستوں کا ایک اتحاد قائم کیا۔ اُس وقت چونکہ پورا ملک ایک ہوگیا تھا اس لیے ۲۲۸ قبلِ مسیح میں اُس نے اِن متفرق فصیلوں کو باہم ملا کر ایک طویل فصیل تعمیر کی جس کی تکمیل میں سالہا سال لگے۔ مکمل ہونے کے بعد یہ چھے ہزار دو سو اُنسٹھ کلومیٹر لمبی فصیل بن گئی۔

دیوارِ چین سے واپسی پر میزبان ہمیں بیجنگ کی ایک اور تاریخی جگہ لے گئے۔ یہ علاقہ 'مِنگ مقبرے' کہلاتا ہے جہاں مِنگ خاندان کے بارہ بادشاہوں کے وہ مقبرے ہیں جو بادشاہوں نے اپنے لیے اپنی زندگی ہی میں تعمیر کروالیے تھے۔ اُس دور کے بادشاہوں کو یہ خبط تھا کہ مرنے کے بعد بھی وہ بادشاہ ہی رہیں اور ان کی مال و دولت اور حشم و خدم بھی ان کے ساتھ ہی مقبرے میں جائیں۔ اس خبط کے نتیجے میں بعض شاہی خاندانوں میں یہاں تک رواج رہا کہ ان کے ساتھ ان کے محبوب غلام اور کنیزیں بھی مقبرے میں دفن کر دی جاتی تھیں۔ بعد میں یہ انسانیت سوز طریقہ تو ختم ہوا لیکن بادشاہ کے ساتھ ڈھیروں سونا چاندی، جواہر، کپڑے، کھانے پینے کی اشیا اور بہت سی دوسری چیزیں مقبرے میں رکھ دی جاتی تھیں۔ ایک تابوت بادشاہ کا ہوتا تو دسیوں تابوت اِن اشیا کے ہوتے۔ اس کے علاوہ مقبرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر اور برتن بھی رکھے جاتے تھے۔ گویا بادشاہ کی حکومت اب زیرِ زمین چلی گئی۔

ہم ۷ر نومبر کو نکلے تو آسمان پر اَبر تھا اور ہلکی ہلکی بارش اور تیز ہواؤں کے سبب درجۂ حرارت نقطۂ انجماد کے قریب پہنچا ہوا تھا۔

ایئر پورٹ پہنچے تو موسم کی خرابی کی بنا پر تمام پروازیں معطل تھیں اس لیے تقریباً دو گھنٹے ہمیں لاوَنج میں انتظار کرنا پڑا۔ پھر ساڑھے چار بجے ہم چائنا ایئر لائنز کے ٹرائڈنٹ طیارے میں سوار ہوئے اور تقریباً پونے دو گھنٹے کی پرواز کے بعد کانسو کے دارالحکومت لانچو پہنچے جو ایک مشہور صنعتی شہر ہے اور شہرہ آفاق دریائے زرد کے دونوں طرف آباد ہے۔ دریائے زرد چین کا ایک طویل ترین دریا ہے۔ اس دریا کی وادی چین کی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ رہی ہے اس لیے اسے 'گہوارۂ چین' بھی کہتے ہیں۔ اسے دریائے زرد اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دنیا کے تمام دریاؤں کی نسبت زیادہ گاد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے دریا اتنا اُتھلا ہو گیا ہے کہ کناروں پر اونچے اونچے پُشتے تعمیر کیے گئے ہیں اور یہ سطح زمین سے بلند دریا بن گیا ہے۔

دریائے زرد میں اکثر و بیشتر سیلاب آ جاتا ہے جس کی بنا پر بڑی تباہی مچتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دریا نے تاریخ میں چھبیس مرتبہ اپنا رُخ تبدیل کیا جس کے نتیجے میں چینی عوام کو بڑے مصائب اُٹھانے پڑے۔ بالآخر حکومت نے اس کی بالائی اور وسطی وادیوں میں ذخیرۂ آب کے بڑے بڑے منصوبے تعمیر کیے اور زیریں وادیوں میں پشتوں کو مستحکم کیا۔ نتیجے میں اس دریا سے ہونے والی تباہ کاریاں بہت کم ہو گئی ہیں۔

صوبۂ کانسو میں بارہ لاکھ سے زائد مسلمان آباد ہیں اور پورے صوبے میں تقریباً بارہ سو مسجدیں ہیں۔ یہاں کی مرکزی مسجد میں جو دریائے زرد کے کنارے واقع ہے، دینی تعلیم اور ائمہ کی تربیت کا ایک مدرسہ بھی ہے۔ اس مسجد کے امام اور مدرسے کے سربراہ شیخ یونس یان سِن ایک نورانی صورت بزرگ ہیں، تکلف کے ساتھ عربی بولتے ہیں اور وضع قطع سے لے کر انداز و ادا تک میں سلفِ صالحین کا نمونہ ہیں۔ صوبہ کانسو کے پورے سفر میں وہ ہمارے ساتھ رہے۔ اثنائے سفر اُن سے بہت سی معلومات حاصل ہوئی۔

صبح سویرے ہم کانسو کے ایک اور شہر لِن شا کے لیے روانہ ہوئے جس میں آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اس لیے اسے 'چین کا مکہ' کہا جاتا ہے۔ یہاں مساجد کی تعداد ایک ہزار سات سو پندرہ ہے اور مسلمانوں کی آبادی باون فیصد بتائی جاتی ہے لیکن احقر کا اندازہ یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد پر مردم شماری نہ ہونے کی وجہ سے یہ اعداد و شمار پوری طرح صحیح نہیں ہوں گے اور غالباً یہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب باون فیصد سے کافی زیادہ ہوگا اس لیے کہ راستے میں جتنے دیہات ہمارے سامنے آئے، ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد بہت نمایاں محسوس ہوئی۔

اگلا دن چین میں ہمارے قیام کا آخری دن تھا۔ صبح کے وقت کوئی باقاعدہ مصروفیت نہیں تھی اس لیے ہم بازار چلے گئے۔ یہ بیجنگ ہوٹل کے قریب بڑا خوبصورت اور بارونق بازار تھا۔ کئی کئی منزلہ ڈیپارٹمنٹل اسٹور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ہر اسٹور میں خریداروں کا اتنا ہجوم تھا کہ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ ہر جگہ اشیا کی قیمتیں متعین تھیں اور مول بھاؤ کا کوئی سوال نہ تھا۔ زیادہ تر چینی مصنوعات تھیں لیکن کچھ اشیا جاپان، ہانگ کانگ وغیرہ کی بنی ہوئی بھی بِک رہی تھیں۔

دوپہر کو چائنا مسلم ایسوسی ایشن نے سنکیانگ کے ایک مسلم ریسٹورنٹ میں الوداعی ظہرانہ دیا تھا۔ میزبانوں کا کہنا تھا کہ آپ سنکیانگ نہ جا سکے تو کم از کم اہل سنکیانگ کے ریسٹورنٹ میں ان سے ملاقات کر لیں۔ ریسٹورنٹ کے لوگوں نے بڑی محبت سے کھانا کھلایا۔ ان کے کھانے ہمارے ملک کے کھانوں سے کافی مشابہ تھے۔ ایک ہفتے بعد کھانوں میں ملکی خوٗ بوٗ نظر آئی۔ یہاں سے قیام گاہ پہنچ کر فوراً ہی ہم واپسی کے لیے ایئر پورٹ روانہ ہو گئے۔

معانی و اشارات

متنوّع	قسم قسم کا، طرح طرح کا	کرسی دینا	عمارت کو چبوترے پر تعمیر کرنا
لق و دق	ویرانہ، چٹیل میدان	کالعدم	ناپید، جو موجود نہ ہو

مشقی سرگرمیاں

* خاکے پر مبنی سرگرمیاں

۱۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کر کے شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

دیوارِ چین کی خصوصیات

۲۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کر کے شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

چین کے مقامات جہاں کی مصنف نے سیر کی

۳۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کر کے چوکون میں لکھیے۔

- چین کا سابق صدر جس کی لاش ممی کی شکل میں محفوظ ہے
- چین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا اتحاد قائم کرنے والا
- چائنا اسلامک ایسوسی ایشن کے نائب سکریٹری
- بیجنگ یونیورسٹی میں اُردو کے استاد
- مرکزی مسجد کے امام و سربراہ

۴۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کر کے دائروں میں لکھیے۔

۱۔ پیپلز اسکوائر -

۲۔ کانسو کا دارالحکومت -

۳۔ چین کا مکہ -

* ہدایات کے مطابق درج ذیل سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ چین کی طبعی ساخت بیان کیجیے۔

۲۔ آرائشی روشنیوں سے متعلق ہمارے ملک اور چین کا طرزِ عمل تحریر کیجیے۔

۳۔ چین کے آرائشی روشنیوں کے استعمال نہ کرنے کے متعلق مصنف کا خیال قلم بند کیجیے۔

۴۔ سبق کی روشنی میں مسجد نیوجے کی معلومات لکھیے۔

۵۔ ماؤزے تنگ سے متعلق مصنف کے خیالات تحریر کیجیے۔

۶۔ مسٹر خوبن کی اُردو دانی کے بارے میں لکھیے۔

* اسباب بیان کیجیے۔

۱۔ فی الحال چین میں مسلمانوں کی تعداد کا صرف اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔ دیوارِ چین کی تعمیر۔

۳۔ منگ مقبروں کی تعمیر۔

۴۔ شہرلن شا کو چین کا مکہ کہا جانا۔

* درج ذیل جملوں کی استحسانی وضاحت کیجیے۔

۱۔ ماؤزے تنگ اس گوشت پوست کا نام نہیں تھا بلکہ جس

شخص کا نام ماؤزے تنگ تھا، قیمتی مسالے اُس کے گوشت پوست کو تو محفوظ رکھ سکتے ہیں لیکن اُس کی روح کی حفاظت کے لیے آج تک کوئی سائنس ایسا مسالا دریافت نہیں کرسکی جس کے پرواز کرنے کے بعد چلتا پھرتا انسان بے جان پتھر بن کر رہ جاتا ہے۔

✻ ذیل میں دیے ہوئے موضوعات پر ذاتی رائے تحریر کیجیے۔

ا۔ منگ بادشاہوں کا خط۔

۲۔ ماؤزے تنگ کی لاش کا محفوظ کیا جانا۔

✻ ہدایات کے مطابق درج ذیل قواعدی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

ا۔ ذیل کے مثبت جملوں کو منفی اور منفی جملوں کو مثبت جملوں میں اس طرح تبدیل کیجیے کہ مفہوم نہ بدلنے پائے۔

- یہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۵۲ فیصد سے کافی زیادہ ہے۔
- یہاں عام آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔
- اِس علاقے میں ہر طرف اونچی اونچی عمارتیں نظر آتی ہیں۔
- ہمیں آرام پہنچانے اور ہماری ضروریات پوری کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔

سرگرمی/منصوبہ :

ا۔ اپنی پسند کے کسی مصنف کے ذریعے لکھے گئے سفر نامے کو حاصل کر کے پڑھیے اور اپنے پسندیدہ کسی ملک کی تہذیب وثقافت کے بارے میں معلومات لکھیے۔

۲۔ اپنے استاد کی مدد سے دس سفرناموں اور ان کے مصنّفین کے نام لکھیے۔